یکم اپریل ۱۹۷۱ء

ہفتہ وار

ہماری زبان

جلد ۳۰ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | شمارہ ۱۳

اس شمارے میں

اداریہ

"اردو گھر" کی تعمیر جلد شروع ہوگی

ہماری زبان کے پڑھنے والوں کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ بالآخر دلی کارپوریشن نے اردو گھر کا نقشہ منظور کر لیا ہے اور اب تعمیر کے لئے ٹنڈر طلب کئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ اپریل میں تعمیر کا کام کسی فرم کے سپرد کیا جا سکے گا اور مئی سے تعمیر شروع ہو جائے گی۔ "اردو گھر" کا سنگ بنیاد مارچ ۱۹۶۸ء میں مسز اندرا گاندھی وزیر اعظم نے رکھا تھا۔ ہمارے آرکیٹکٹ نے جو نقشہ منظوری کے لئے پیش کیا تھا اس پر کارپوریشن والے بہت چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے برابر کوئی نہ کوئی اعتراض کرتے رہے۔ بالآخر لفٹننٹ گورنر بھا اور دلی کارپوریشن کے میئر کی توجہ کی وجہ سے یہ مرحلہ طے ہوا۔ اس تمام مرحلے میں انجمن کے سابق صدر کرنل بشیر حسین زیدی نے ہر قدم پر ہماری رہنمائی کی اور متعلقہ حضرات سے برابر ملتے رہے۔ اس مہم کو سر کرنے میں ان کی کوشش کو بڑا دخل ہے۔ مرکزی حکومت کے سابق وزیر تعلیم ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی راؤ نے وزارت تعلیم کی طرف سے اردو گھر کے لئے چار لاکھ روپے کی امداد کا پارلیمنٹ میں اعلان کیا تھا۔ ہمیں باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس کی ایک قسط جو دو لاکھ روپے پر مشتمل ہوگی، ۷۲-۱۹۷۱ء کے بجٹ میں ہمارے لئے رکھی گئی ہے۔ انجمن کے پاس ڈیڑھ لاکھ کے قریب روپیہ تعمیر فنڈ میں محفوظ ہے۔ ہماری زبان میں اردو دوستوں کے جن عطیات کا اب تک اعلان ہو چکا ہے وہ بیس ہزار کے قریب ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ عطیات کی یہ رفتار تیز ہو تاکہ اس طرح ہم نے ایک لاکھ کی رقم عام چندے سے جمع کرنے کا جو پروگرام بنایا ہے وہ پورا ہو جائے۔ چند ماہ میں انجمن کے وفود بمبئی۔ حیدرآباد۔ دلی۔ سری نگر اور دوسرے اہم مقامات پر اردو گھر کی تعمیر کے لئے جائیں گے اور وہاں خواص و عوام سے چندہ کرنے کے لئے خاص تہذیبی پروگرام بھی کرائیں گے ہمارا اندازہ یہ ہے کہ سال بھر کے اندر ہم اردو گھر کی تعمیر کا کام مکمل کر سکیں گے، لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ اس عرصے میں بقیہ تین لاکھ کی رقم کی فراہمی کا انتظام ہو جائے۔ کچھ لوگوں نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ ابھی تک عام چندے سے اتنی کم رقم جمع ہوئی، لیکن ہم جانتے ہیں کہ بڑے پیمانے پر چندے کے لئے ہمیں اردو گھر کے نقشے کے لئے مختلف فوٹو اور انجمن کے متعلق ضروری معلومات چھپوا کر تقسیم کرانے ہوں گے نقشے کی منظوری حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اب تک یہ کام نہ ہو سکا تھا۔ اب جلد ہی ایک کتابچہ شائع کیا جائے گا۔

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

فی کاپی: ۱۵ پیسے
قیمت سالانہ: ۵ روپے

جس کے ذریعہ سے لوگوں کو یہ سب اطلاعات مل سکیں گی۔ اس موقع پر ہم انجمن کی مجلس عام کے ممبروں، ہماری زبان کے خریداروں اور انجمن کے ہمدردوں اور دوسرے اردو دوستوں سے خاص طور پر اپیل کرتے ہیں کہ اب وہ اپنے چندے کی رفتار تیز کریں۔ جن لوگوں کے پاس انجمن کی رسید بکیں ہیں وہ ان کا حساب جلد بھیج دیں۔ ہمارے رجسٹر میں ہر چندہ دینے والے کا نام اور پتہ درج ہے۔ یہ رجسٹر اردو گھر میں خاص طور سے محفوظ رہے گا۔ جس سے لوگوں کو ہمارے محسنوں کی بڑی تعداد کا علم ہوگا۔ یہ وقت دل کھول کر اردو گھر کے لئے چندہ دینے کا ہے تاکہ دہلی سے اردو کے حقوق کے تحفظ کی مہم زیادہ کامیابی سے چلائی جا سکتی ہے اور اس لئے ہم جلد سے جلد اپنا دفتر دہلی لے جانا چاہتے ہیں۔

سہ ماہی شعر و حکمت کا راشد نمبر شائع ہو گیا

حیدر آباد۔ ادبی حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ سہ ماہی شعر و حکمت کا خاص شمارہ جو ن۔م۔ راشد کی شاعری اور شخصیت کے مطالعہ کے لئے مخصوص ہے، شائع ہو گیا ہے۔ ۴۰۳ صفحات کے اس شمارے میں راشد کے مختصر حالات زندگی، ان کے فکر و فن پر تنقیدی مقالات، راشد کے کلام کا جامع انتخاب، ن۔م۔ راشد کے تنقیدی مقالے اور متفرق تحریریں، راشد سے مصاحبے، جدید فارسی شاعری پر راشد کا مقالہ اور جدید فارسی شعرا کا تعارف اور ترجمے، راشد کی تصویریں اور ان کی تحریروں کے عکس شامل ہیں۔

اس خصوصی شمارے کی قیمت ۷ روپے ہے، لیکن سالانہ خریداروں کو یہ نمبر مفت دیا جائے گا۔ زر سالانہ ۱۶ روپے ہے خط و کتابت کے لئے منیجر مکتبہ شعر و حکمت ۲۲-۲-۷۰۰ باز ار نور الامرا حیدر آباد ۲۴ کو لکھئے۔

• نامہ نگار

"ببر شیر کی کہانی" منظر عام پر

اردو و انگریزی کے ادیب و صحافی اندر جیت لال کی کتاب ببر شیر کی کہانی "جس پر انھیں حال ہی میں حکومت ہند کے محکمہ تعلیم کی طرف سے "بچوں کے ادب" کے مقابلہ میں ایک گرانقدر انعام مل چکا ہے۔ منظر عام پر آ گئی ہے۔ کتاب میں ببر شیر (قومی جانور) کی عادات و خصائل اور اس کے شکار سے متعلق کئی دلچسپ کہانیاں شامل ہیں۔ سترہ سیاہ و سفید اور رنگین تصویروں سے مزین مع رنگین سرورق و مجلد یہ کتاب چار روپے میں سوچیہ پرکاشن ۵ مینا ملک بازار دہلی ۶ سے طلب فرمائیں۔

• نامہ نگار

شعبۂ اردو مگدھ یونیورسٹی کا ریسرچ پروجیکٹ

مگدھ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کی طرف سے ڈاکٹر سید محمد حسنین کی نگرانی میں ایک کتاب سفینۂ نثر مرتب کی جا رہی ہے جس میں ان مصنفین کے حالات اور مطبوعات کا ذکر ہوگا جو بقید حیات ہیں اور اردو کے نثری ادب کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور جنھوں نے دائرۂ اردو کے سوالنامہ کے جواب خود قلم بند کر کے بھیجنا منظور کر لیا ہے یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہوگی اس میں تقریباً تین سو ممتاز نثر نگار محققین ناقدین اور صحافیوں کے کارناموں پر سیر حاصل تبصرہ ہوگا۔

پہلا حصہ تقریباً ایسے ڈیڑھ سو ناثر کے حالات پر مشتمل ہوگا جن کا موضوع ادبی تحقیق و تنقید ہے۔ دوسرا حصہ تقریباً ایسے ایک سو ناثر کے حالات اور نمونۂ نگارشات پر مشتمل ہوگا جن کا موضوع انشائیہ، سوانح، خاکہ اور رپورتاژ وغیرہ ہے۔

تیسرا حصہ تقریباً ایسے پچاس ناثر کے حالات اور نمونۂ نگارشات پر مشتمل ہوگا جنھوں نے علوم، فنون اور تہذیب کے دوسرے شعبوں کے مسائل پر ادبی انداز سے روشنی ڈالی ہے۔

• ایس حسن

تصحیح

۸ مارچ کے ہماری زبان میں جیب جی کے زیر عنوان جو مضمون شائع ہوا ہے اس میں جناب پریم ناتھ دت صاحب کی کتاب کا نام مضمون نگار صاحب کے سہو سے پرچم ضیا کی بجائے پریم خیال لکھا گیا ہے۔ قارئین ہماری زبان نوٹ فرمائیں۔

• ادارہ

مولانا ہادی نقشبندی

برار کے اردو اخبارات و رسائل

مہاراشٹرا کا مراٹھی نثراد علاقہ برار، جو کبھی عماد شاہیوں کا مسکن اور نوابان دکن کا مرجع رہا ہے، اردو کی مقبولیت اور اشاعت کے لئے نمایاں مقام رکھتا ہے۔ یہاں اردو شہروں سے گزر کر قصبات اور دیہات تک میں باوجود سرکاری دکاروباری زبان نہ ہونے کے مراٹھی کی طرح ایک عام بول چال کی زبان ہے۔ یہاں کا "اردو روزمرہ" دوسرے ہر صوبے کے "روزمرہ" کے مقابلہ میں صحت زبان سے زیادہ قریب ہے۔ مغربی مستشرقین و ماہرین صوتیات کی رائے ہے کہ دولت آباد (اورنگ آباد) اور چاندہ (چندرپور) کے درمیانی علاقے میں رہنے والے (جس میں برار واقع ہے) ہر زبان کو اس کی صوتی صحت کے ساتھ ادا کرنے پر قادر ہیں۔

برار کو اس پر فخر و مسرت ہے کہ عام پسماندگی، بڑے بڑے علمی و ثقافتی مراکز سے دوری، علمی و ادبی ماحول کے فقدان، طباعت و اشاعت کی مشکلات کے باوجود اس علاقے نے اردو زبان کو اپنے خون جگر سے سینچا ہے۔ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے مقابلے میں یہاں کے چار ضلعوں اور چوبیس تعلقوں میں سیکڑوں اردو پرائمری اسکول اور پچاس کے قریب اردو ہائی اسکول انتہائی کامیابی سے چل رہے ہیں جن میں بعض ہائر سکنڈری اسکول بھی ہیں نیز ودربھ کے تقریباً ہر کالج میں اردو مضمون کی پڑھائی کا انتظام ہے۔

اس مضمون کو صحافت برار تک محدود رکھتے ہوئے آئندہ سطور میں وقت کی کمی کے باعث ودربھ کی بجائے صرف برار کے اردو اخبارات و رسائل کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ انشاءاللہ آئندہ کسی موقع سے ودربھ کے اخبارات و رسائل پر تفصیل سے لکھا جائے گا۔ برار میں انیسویں صدی کے آٹھویں دہے میں اردو صحافت کا آغاز اور سب سے پہلا اردو اخبار ۱۸۷۷ء میں جاری ہوا۔ کتابت و طباعت کی دقتوں کی وجہ سے اکثر سہ ماہی و ماہوار رسائل بیرون برار طبع ہوتے اور ہر صحیفہ نگار کے لئے اجراء جریدہ سے قبل کتابت و طباعت کے ساتھ ذاتی پریس کا انتظام ضروری تھا۔ بایں وجہ اردو کتب و اخبارات کی طلب کے باوجود حسب ضرورت کتابوں کی اشاعت اور کوئی اچھا اخبار و رسالہ مستقل طور پر جاری نہ رہ سکا۔ یہاں کے شعراء ادباء و مورخین کی بھی وہ شہرت و حوصلہ افزائی نہ ہوسکی جو دوسرے مقامات کے ادباء کو حاصل ہے۔ ان مشکلات کے باوجود اکثر اخبارات نے طویل زندگی پائی اور ملک وقت کے ساتھ زبان و ادب کی بھی خدمت کرتے رہے ہیں۔

برار کے اردو اخبارات و رسائل

نام اخبار و رسالہ	مقام اشاعت	نام مرتب ایڈیٹر و ناشر	وقفۂ اشاعت	حالات رسالہ و مطبع	سن اجرا
اردو اخبار	آکولہ	مرزا کریم بیگ	ہفتہ وار	مطبع اردو اخبار پریس آکولہ	جنوری ۱۸۷۷ء
فیروز نگار	کھولاپور ضلع امراؤتی	منشی محمد صادق علی تیہجر	ماہوار	— قیصر المطابع کلکتہ	[illegible]
سفیر برار	امراؤتی	مرزا عثمان بیگ		مطبع رفاہ عام امراؤتی	یکم جولائی ۱۹۱۰ء
نور البرار	ایلچپور	خطیب سید عظمت حسین	دو ماہی	— مطبع نور البرار	۱۹۱۰ء
خادم	امراؤتی	" مظفر "	ماہوار	اسلامیہ پریس امراؤتی	جنوری ۱۹۱۱ء
موعظۂ حسنہ	آکولہ			— عزیزی پریس آگرہ	۱۹۱۱ء
البرہان	"	سید روح حسین تابی	ہفتہ وار	خورشید اعظم پریس آکولہ	جنوری ۱۹۲۲ء
البشیر	کھام گاؤں	محمد بشیر الدین بشیر	ماہوار	نگار رشمین پریس لکھنؤ	مارچ ۱۹۲۸ء
مرقع اردو	امراؤتی	محمد ابراہیم شرار	"	"	ستمبر ۱۹۳۰ء
بہارستان	بالاپور	محمد علیم الدین ایم اے ایم ایڈ	سہ ماہی	روپالی پرنٹنگ پریس دلی	اکتوبر ۱۹۳۸ء
عروج ملی	پانڈھر کوڑہ	منشی سید سجاد حسین اسرار	ہفتہ وار	خورشید علی پریس پانڈھر کوڑہ	اگست ۱۹۳۰ء
عفت	آکولہ	محترمہ قدیر النساء بیگم، قاضی کریم الدین	ماہوار	خورشید احمدی پریس آکولہ	۱۹۳۰ء
صحیفۂ عثمانی	کھام گاؤں	محمد ایوب صابر	ماہوار	فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور	اگست ۱۹۳۲ء
انیس	ایلچپور	محمد ابراہیم شرار	ماہوار	یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ	جنوری ۱۹۳۵ء
کلام شہزاد	کھام گاؤں	عبدالحکیم ذاکر	ماہوار	خورشید احمدی پریس آکولہ	۱۹۳۶ء
ارمغان	بالاپور	ہادی نقشبندی	سہ ماہی	مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ	دسمبر ۱۹۳۶ء
بیداری	—	"	پندرہ روزہ	نیشنل پرنٹنگ پریس علی گڑھ	۱۹۳۶ء
محشر	ایلچپور	محمد ابراہیم شرار	ماہوار	مطبع آگرہ اخبار پریس آگرہ	جنوری ۱۹۴۰ء
امن	آکولہ	ڈاکٹر امام خان صابر	ہفتہ وار	تاج پریس آکولہ	

ہم ورگ	آکولہ	عبد الصمد جاوید	ہفتہ وار	دکاس لیتھو آکولہ	سنہ ۱۹۵۵ء
تبیبت	″	محمد مردان علی خاں نشاط	″	″	۱۷ اکتوبر سنہ ۱۹۵۵ء
طلایہ جدید	امراؤتی	حکیم عبد الاحد بریم نظمی	″	″	سنہ ۱۹۵۷ء
پیام	″	الحاج قاضی شیخ احمد	″	نیشنل لیتھو پریس آکولہ	″
لیڈر	آکولہ	محمد عطاء افغانی	″	دکاس لیتھو پریس آکولہ	جنوری سنہ ۱۹۵۷ء
آواز	امراؤتی	مشکل افکاری	۱/۲ [illegible]	نیشنل لیتھو پریس آکولہ	سنہ ۱۹۶۰ء
پرواز	″	محمد علی بی۔اے ایل۔ایل۔بی	[illegible] ″	″	″
منزل	آکولہ	قاضی محمد علی ایڈوکیٹ	″	″	۱۷ اگست سنہ ۱۹۶۰ء
صحیفہ	کھام گاؤں	محمد حفیظ اللہ خاں بدر	ششماہی	تنویر پریس لکھنؤ	مارچ سنہ ۱۹۶۶ء
تنبیہ	آکولہ	شیخ رمضانی	ہفتہ وار	آکا پریس ایجی	۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۶۹ء

(۱) "اردو اخبار" آج سے پچاسی سال قبل جنوری ۱۸۸۶ء میں آکولہ سے مرزا کریم بیگ مرحوم نے "اردو اخبار" کے نام سے ایک پرچہ جاری کیا۔ ابتداءً ایک سال کتابی تختی پر شائع ہوتا رہا بعدہ ۲۰×۲۶ کے اخباری سائز کے آٹھ صفحات پر علاقائی اور دوسری اہم خبروں کے ساتھ مراسلات اور نامہ نگاروں کی اطلاعات نیز حکومت آصفیہ کے فارسی اعلانات و احکامات کے علاوہ کبھی کبھار نظمیں وغیرہ بھی شائع ہوتیں۔ اس پرچہ سے قبل کسی اور اردو اخبار کی برار سے اشاعت کا پتہ نہیں چلتا لہٰذا بلا شبہ یہ برار کا پہلا اردو اخبار ہے۔

(۲) "فیروز نگار" ۱۸۸۵ء میں کھولاپور ضلع امراؤتی سے ایک ظریفانہ ماہوار رسالہ "فیروز نگار" منشی محمد صادق قیصر مرحوم نے جاری کیا جو قیصر المطابع لکھنؤ میں طبع ہوتا۔ ۱۸×۲۲ سائز پر کم از کم سولہ صفحات ہوتے سرورق کے دوسرے صفحہ کے مندرجہ ذیل دستور العمل سے اس زمانے کی صحافت و زبان کا اندازہ ہوتا ہے۔

"یہ مخزن الاخبار برار کو الف رود نگار بلا قید
تاریخ مہینہ میں ایک بار شائع ہوتا ہے۔ غزلیات
نثر، نامدار نعتیہ و عاشقانہ طرح و غیر طرح
لطائف و ظرائف مع دلچسپ مضامین پولیٹیکل
و سوشل و خلاصہ اخبار صوبہ برار مختصر خبریں تمام
عالم اور ریویو اخبارات وغیرہ درج ہوتے ہیں۔"

(۳) "سفیر برار" ۱۹۰۸ء میں ۲۶×۲۰ سائز پر مرزا عثمان بیگ مرحوم نے امراؤتی کیمپ سے ہفتہ وار اخبار جاری کیا، جو ہر سہ شنبہ (منگل) کو آٹھ یا بارہ صفحات پر شائع ہوتا۔ برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۰۹ء میں قائم ہوئی جس کے ابتدائی سالانہ اجلاس امراؤتی و آکولہ کی کامیابی کا سہرا اسی "سفیر برار" کے سر ہے جسے بعد میں ملا حسن علی ملا عبد القادر مرحوم تہرا امراؤتی سے نکالتے رہے جو چھ سات سال جاری رہا۔

(۴) "نور البرار" ۱۹۰۸ء میں مورخ برار حضرت علامہ خان بہادر مولانا مولوی سید امجد حسینؒ خطیب جامع مسجد دار السرور ایلچپور نے کتاب "تاریخ دکن" الملقب "ریاض الرحمٰن" مشہور بہ "تاریخ امجدی" مطبع خورشیدیہ حیدرآباد سے فارسی میں طبع کروائی۔ اس "تاریخ امجدی" کو اردو میں منتقل کرنے کے لئے حضرت ممدوح کے خلف اکبر خان بہادر مولوی خطیب سید عظمت حسینؒ نے بلدہ ایلچپور میں ایک "مطبع نور البرار" قائم فرما کر ۱۹۰۹ء میں اس پریس سے ایک "تاریخی رسالہ" نور البرار" جاری فرمایا، جو زیادہ عرصہ نہ چل سکا جس کی وجہ "تاریخ امجدی" کے اردو عکس "نور البرار" کا کام تشنہ رہ گیا۔ اگر حضرت ممدوح کے ورثاء نے تعاون کیا تو انشاء اللہ "دار الاشاعت خانقاہ نقشبندیہ بالاپور" اس ترجمہ کو مکمل کر کے شائع کرائے گا۔

(۵) "خادم" خاندانِ خطیبان ایلچپور بوجہ خاندانی وقار علم و فضل اور اپنی دینی و تعلیمی خدمات و ہمدردی قوم برار میں ایک ممتاز مقام کا حامل ہے۔ حضرت خان بہادر مولانا مولوی خطیب سید عظمت حسینؒ کے برادرِ کلاں مولوی خطیب سید مظہر حسین مظہر مرحوم جو عدالت جی ضلع امراؤتی میں مترجم تھے ایک مطبع اسلامیہ پریس" عثمانیہ مسجد روڈ کیمپ امراؤتی میں قائم فرما کر اسی بنگلہ موسوم بہ "قیام گاہ" سے جنوری ۱۹۱۰ء میں ایک ماہنامہ "خادم" ۲۰×۲۶ کے ۳۲ صفحات پر جاری فرمایا۔ (جہاں آج کل خاندانِ خطیبان کے ایک ممتاز فرد صاحب علم و ذوق اور ہمدرد قوم جناب "قاضی علاء الدین احمد صاحب ایم۔اے۔ ایل ایل بی جنرل سکریٹری برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مقیم ہیں اور ممدوح کی توجہ و عنایت سے اس میں دفتر برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ہے) جس نے چند سال برار کی علمی، سیاسی اور تعلیمی خدمت بدرجہ اتم انجام دی جس کے ایڈیٹر خطیب مظہر مرحوم کے خلف اکبر خطیب سید منظر حسین مرحوم ایم۔اے، ایل ایل بی (علیگ) (جو بعد میں مدھیہ پردیش لیجسلیٹو اسمبلی کے ڈپٹی لیڈر ہوئے) تھے۔ سرورق پر بطور موٹو یہ شعر درج ہوتا ہے

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

(۶) "موعظہ حسنیٰ" ۱۹۱۰ء میں آکولہ سے ایک مذہبی رسالہ جاری ہوا جو آگرہ میں طبع ہوتا لیکن چند ماہ سے زیادہ نہ چل سکا۔

(۷) "البرہان" جنوری ۱۹۲۲ء میں ۲۸ × ۲۲ کے چھ صفحات پر سید زوار حسین عالی سبزواری مرحوم نے برہانپور میں ایک مطبع "خورشید احمدی پریس" قائم کرکے ایک ہفتہ وار "البرہان" برہانپور کی مناسبت سے نام رکھ کر جاری کیا جو اواخر ۱۹۲۲ء میں سید مبین الرحمٰن مرحوم بی اے۔ ایل ایل بی (علیگ) ایم ایل سی، ایڈوکیٹ آکولہ (جنھیں مولانا محمد علی مرحوم نے کامریڈ کی ایڈیٹری کے لئے منتخب فرمایا تھا) کی توجہ و کوشش سے انہی کی سرپرستی و نگرانی میں مع پریس آکولہ منتقل ہوا، مبین مرحوم کے بعد ایک صاحب علم و ذوق بزرگ نواب عبدالوحید خاں صاحب غازی آف گیوردھا رئیس ناگپور نے اس کی سرپرستی قبول فرمائی اور یہ اخبار عالی مرحوم کی رحلت ۱۹۷۹ء تک مومن پورہ آکولہ سے ۷۰ سال بلا کسی وقفہ پابندی سے بساط بھر اردو زبان و ادب و ملک و ملت کی ناقابل فراموش خدمت انجام دیتا رہا۔ یہ نہ صرف برار کا سب سے زیادہ طویل العمر پرچہ ہے بلکہ اس کے فائلوں میں برار کی ربع صدی سے زائد عرصہ کی ادبی، لسانی، تعلیمی، سیاسی جد و جہد کی تاریخ پنہاں ہے۔ نیز اس اخبار کی ایک اور خصوصیت یہ رہی ہے کہ ایک ہی تنہا شخص اس کا مالک، ایڈیٹر، کاتب، طابع و ناشر تھا۔

(۸) "البشیر" مارچ ۱۹۲۵ء میں کھام گاؤں سے محمد بشیرالدین صاحب بشیر ملکاپوری نے ایک ادبی، شعری، مذہبی ماہنامہ "البشیر" جاری کیا جس کے نام سے پہلے سرورق پر "براری اردو کا ادبی ثبوت" اور تحت میں یہ شعر ہوتا۔

برائے اہلِ نظر بے نظیر آتا ہے
خوشی کو ساتھ لئے البشیر آتا ہے

(۹) "مرقع اردو" گورنمنٹ محمڈن اردو ہائی اسکول امراؤتی ۱۹۰۹ء میں قائم ہوا جس کے پہلے ہیڈ ماسٹر غلام مصطفیٰ خان مرحوم تھے ان کے بعد غالباً ۱۹۱۰ء میں خواجہ لطیف احمد جریج مرحوم (نبیرہ خواجہ حالیؔ) بی۔ اے (علیگ) بی۔ ای۔ ایس، ہوئے۔ جریج مرحوم کا علی گڑھ اور اردو سے تعلق تھا وہ بیک وقت سرسیدؔ اور حالیؔ اسکول کے نمائندہ، مذہبی و ملی درد سے سرشار ایک سچے و پکے مسلمان تھے۔ انھوں نے اپنی ذاتی جد و جہد، سعی و کوشش اور اثرات سے اس اسکول کو مسلم یونیورسٹی کا ایک چھوٹا سا نمونہ بنا دیا، جامع مسجد مسلم یونیورسٹی ہی کے نمونہ اور شان کی "عثمانیہ مسجد" اس کے بعد دارالاقامہ، بازی گاہیں، مدرسہ کی عمارات و محل تعمیر کروائے اور جناب ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی، جناب پروفیسر حبیب الرحمٰن صاحب صدیقی اور جناب قادر علی صاحب وغیرہ جیسے قابل و ہمدرد اساتذہ منتخب فرما کر اپنے دورِ ہیڈ ماسٹری میں مسلمانانِ برار کے بچوں کی اس طرح تعلیم و تربیت، علمی ادبی ذوق اور ایسا ماحول پیدا کیا جس نے ابراہیم شرار، تصدق تاجی، غلام الثقلین خاں اور رشید کیفی وغیرہ جیسے طالب علموں کو پروان چڑھا کر ایک بہترین مسلم نسل تیار کردی نیز اس دور کے ایک مسلم الثبوت شاعر منشی محمد حیات خاں منظر مرتضیٰ پوری مرحوم کا مجموعہ کلام "افکار منظر" شائع کردیا اور ان کی یاد میں ایک مشاعرہ قرار دیا جس کا مصرعہ طرح تھا ؎

"منظرِ خوش بیاں سے تھا لطفِ سخن برار میں"

جو عرصہ تک سالانہ مرحوم کی برسی پر منعقد ہوتا رہا۔

خواجہ صاحب مرحوم نے ستمبر ۱۹۲۷ء میں اسی مدرسہ سے جناب محمد ابراہیم صاحب شرار ایلچپوری کی ادارت میں "مرقع اردو" جاری فرمایا۔ جو ابتدا میں $\frac{۲۲ \times ۱۸}{۸}$ سائز کے چوبیس صفحوں پر اور بعد میں $\frac{۲۶ \times ۲۰}{۸}$ اور $\frac{۳۰ \times ۲۰}{۸}$ ... نیر کاردشن پریس لکھنؤ میں طبع ہوتا جسے بعد میں جناب محمد تصدق حسین صاحب تاجی، خلیل الہدا صاحب

کرامت علی کرامت

غزل

جلوۂ طور سے اکتا کے پلٹ آئی نظر
ذوقِ عرفاں کو تھا مرغوب فقط حسنِ بشر
چند نادیدہ حقائق کا تصور لے کر
جھلملاتی رہی کیا جانیے کیوں شمعِ نظر
اب در رنگِ سحر و شام کہ ہے پیشِ نظر
کون کہہ سکتا ہے اس کو کہ ہے یہ رقصِ شرر
آؤ دھو ڈالیں اسے خون کے فواروں سے
مجھ کو وقت کے ماتھے پہ جو ہے گردِ سفر
مرے ادراک سے رخشاں ہے جبینِ زہرہ
مرے ایمان میں پوشیدہ ہیں انوارِ سحر
عشق کی وسعتِ نظارہ کے انداز نہ پوچھ
حسن ہی حسن ہے پھیلا ہوا تا حدِ نظر
ذرّۂ کم کشتوں کو مجروح یہ کر سکتا ہے
سنگ، تو نے ابھی دیکھا نہیں شیشے کا جگر
خلوتِ حسن کے آداب سے گھبرائی ہوئی
ایک ننھی شمع جو جلتی تھی سرِ راہگذر

شارق اور دوسرے طلبہ مدرسہ بہ پابندی عرصہ دراز تک نکالتے رہے۔ اس پرچہ نے طالب علموں میں علمی و ادبی ذوق کے ساتھ مضمون نویسی کا شوق پیدا کیا، چونکہ یہ مدرسہ اپنے اولین دور میں ایک ادارہ کی حیثیت رکھتا، جس کے اظہار کے لئے طوالت ناگزیر تھی۔

(۱۰) "بہارستان" برار میں شروع سے اردو تعلیم کا شوق ہے، تحتانی (پرائمری) اردو مدارس کی کثرت کی وجہ معلمین کی تربیت کے لئے گورنمنٹ نے امراؤتی میں اردو نارمل اسکول قائم کیا جو بعد میں کھنڈوہ اور وہاں سے ۱۹۵۶ء میں بالاپور منتقل ہوا جو آج کل "گورنمنٹ اردو جونیر کالج آف ایجوکیشن" کے نام سے موسوم ہے۔

اکتوبر ۱۹۲۸ء میں اس کالج سے ایک علمی ادبی تعلیمی سہ ماہی رسالہ "بہارستان" جاری ہوا جو ابتدا "فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور میں ۲۰×۳۰ سائز کے ۱۶ چھپن صفحوں پر طبع ہوتا جس کے نگراں سید حسنین مرحوم ایم اے۔ ایل ایل بی، ایل ٹی (سپرنٹنڈنٹ کالج) و مولوی محمد سلیم مرحوم منشی فاضل معلم ادبیات تھے۔ مدیر مسئول عبد الوہاب صاحب ظلی و معاون محمد بشیر برہانپوری اور سید عنایت علی آغاز برہانپوری مرحوم تھے۔ آج کل یہ پرچہ دیال پرنٹنگ ورکس دہلی میں طبع ہو کر جناب "قاضی شریف الدین احمد صاحب ایم۔ اے، بی، ٹی پرنسپل کی نگرانی اور جناب محمد علیم الدین صاحب آکوٹوی ایم، اے، بی، ایڈ، کی ادارت میں حسب سنت دیرینہ شائع ہوتا ہے۔ جس کا بیشتر حصہ تعلیمی مسائل سے متعلق طلبہ اور اساتذہ کے علمی و شعوری کوششوں کا مظہر ہے۔ جو گذشتہ بیالیس ۴۲ سال سے تعلیمی خدمت انجام دے رہا ہے اور حسب اندراج سرورق "حکومت مہاراشٹرا کا واحد تعلیمی جریدہ" ہے۔

(۱۱) "عزیز وطن" حضرت سید عبد الرؤف شاہ عاصی مرحوم نے دور خلافت سے وکالت چھوڑ کر سیاست کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ شعری و علمی ذوق بھی جاری رہا۔ اگست ۱۹۲۸ء میں شاہ صاحب مرحوم کی سعی و کوشش اور مالی اعانت و نگرانی میں پانڈھر کیوڑہ ضلع ایوت محل سے منشی سید سجاد حسین اسرار مرحوم کی ادارت میں (جو اس سے قبل ناگپور سے ہفتہ وار "الحق" اور "اردو اخبار" نکال چکے تھے) جاری ہوا لیکن کچھ دنوں بعد اوائل ۱۹۲۹ء میں پانڈھر کیوڑہ سے محمد شرف الدین شرف مرحوم ایڈوکیٹ کی سرپرستی حاصل کرکے امراؤتی منتقل ہو گیا چونکہ مرحوم خود اپنے "عزیز وطن پریس" کے کاتب و طابع تھے لہذا پریس میں اخبار کے علاوہ کتب اور رسالہ "معلم اردو" و "بہارستان" بھی طبع ہوتے رہے اور اس طرح منشی مرحوم ایک عرصہ تک اپنے پریس "عزیز وطن" کے ذریعہ خدمت اردو و ملی انجام دیتے رہے۔

(۱۲) "عفت" ۱۹۳۰ء میں برار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا دسواں اجلاس ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد مرحوم کی صدارت میں آکولہ میں منعقد ہوا جس کے لیڈیز سیکشن کی ایک تجویز کی تکمیل میں محترمہ قدیر النساء بیگم صاحبہ مرحومہ اہلیہ جناب قاضی سید کریم الدین صاحب ایڈوکیٹ ایوت محل نے کانفرنس کے فوری بعد آکولہ سے خواتین کا ماہواری علمی ادبی رسالہ "عفت" اپنی ادارت میں جاری کیا جو ۱۸×۲۲ سائز کے بتیس صفحوں پر خورشید احمد پریس آکولہ میں طبع ہو کر تقریباً ایک سال جاری رہا جو امور خانہ داری کے ساتھ، اصلاح نسواں کے مختصر معلوماتی مضامین سے مزین خوب صورت گیٹ اپ میں شائع ہوتا۔

(باقی آئندہ)

مراسلات

بکٹ کہانی کا مصنف کونسا افضل ہے ؟

افضل مصنف بکٹ کہانی کا نام قائم نے محمد افضل بتایا ہے۔ تذکرۂ قائم کے ایک نسخہ (مرتبہ مولوی عبدالحق مرحوم) میں اس کی بابت لکھا ہے کہ وہ "از سکان دیار مشرق" ہے بکٹ کہانی کے ایک مخطوطہ (مملوکہ رضا لائبریری رامپور) پر "بکٹ کہانی از محمد افضل کالپی" لکھا ہے۔ خیال کیا گیا ہے کہ قائم نے "دیار مشرق" سے غالباً کالپی ہی مراد لی ہے۔ محمد افضل نام کے کالپی سے متعلق ایک شاعر کا حال اس طرح ملتا ہے۔

"شیخ محمد افضل محقر تخلص الہ آبادی ست واز خلفای میر سید محمد کالپوی...... اصل وطنش سید پور من توابع غازی پور زمانیہ است۔ باشارہ خود در الہ اباد اقامت گزیدہ بود لہذا آنجای میگویند ...... در عربی و فارسی تصانیف بسیار دارد و حل مثنوی مولانا روم شہرت یافتہ"

(سفینۂ خوشگو ص۳۵)

بخوبی ممکن ہے اسی شخص نے "مثنوی بکٹ کہانی" لکھی ہو، لیکن اس کا تخلص افضل نہیں محقر ہے اس سلسلے میں کہا جا سکتا ہے کہ اکثر شاعروں نے اپنے نام کو بھی تخلص کے طور پر استعمال کیا ہے اس کے علاوہ ایک سے زائد تخلص بھی اختیار کئے گئے ہیں ممکن ہے کہ اسی شخص نے اردو میں افضل تخلص کیا ہو۔ اس خیال کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ پروفیسر مسعود حسین خاں نے لکھا ہے کہ:۔

"افعال کی بعض شکلوں میں برج بھاشا اور اودھی کے اثرات نمایاں ہیں۔"

برج بھاشا کے اثرات کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ زبان اس عہد کی علمی اور ادبی زبان تھی اور اس کے دور رس اثرات بتائے جاتے ہیں۔

والہ داغستانی کے تذکرے کی سند پر پروفیسر شیرانی نے افضل کو متوطن پانی پت تسلیم کیا ہے (سوال یہ ہے کہ کیا محض ناموں کی مطابقت دونوں کے ایک شخص ہونے کی قطعی دلیل ہے) اگرچہ مسعود حسین خاں صاحب نے بھی اسی کو صحیح بتایا ہے لیکن انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

"والہ کی شہادت کے مطابق افضل کا تعلق پانی پت سے تھا جو ہریانی علاقے میں واقع ہے لیکن افضل کی زبان ہریانی کے اس قدر بھی لسانی اثرات نہیں رکھتی جس قدر کہ اس عہد کے دکنی مصنفین کی زبان میں پائے جاتے ہیں۔"

"افضل کے بارہ ماسہ کی زبان کا تعلق پانی پت سے نہیں ہے بلکہ اس اردو سے ہے جو آگرے کے بازاروں میں بولی جاتی تھی۔"

پروفیسر مسعود حسین خاں نے ایک اصول بھی بیان کیا ہے وہ یہ کہ "اگر افضل از سکان دیار مشرق ہوتے تو ملک محمد جائسی کی طرح اپنا بارہ ماسہ اودھی میں لکھتے۔"

اس اصول پر یہ بات از خود سامنے آتی ہے کہ افضل کا وطن پانی پت نہ تھا۔ ممکن ہے کہ والہ کو اس سلسلے میں غلط اطلاع ملی ہو یا وہ مصنف بکٹ کہانی کے سوا کوئی اور شخص ہو۔ والہ کے علاوہ تذکرہ صبح گلشن میں بھی افضل کو پانی پتی ہی لکھا ہے لیکن تذکرہ "آفتاب عالمتاب" اور اس کے حوالے سے "تذکرہ روز روشن" میں اس سے انحراف ملتا ہے۔ ان دونوں تذکروں میں افضل کو تھانیسری بتایا گیا ہے۔

اسپرنگر نے قائم کا وطن جھنجھانہ بتایا ہے۔ تذکرہ قائم کے دوسرے نسخے (مرتبہ ڈاکٹر اقتدا حسین) میں بھی "از سکان قصبہ جھنجھانہ" لکھا ہے۔ اس طرح پروفیسر مسعود حسین خاں کا یہ خیال کہ جھنجھانہ سے نسبت دینا اسپرنگر کی "ایجاد" ہے صحیح نہیں لیکن قائم ہی کے تذکرے میں دو مختلف مقامات کا ذکر اس حقیقت پر دال ہے کہ قائم کو اپنی معلومات پر پورا اعتماد نہ تھا۔ میرے کرم فرما ڈاکٹر تنویر احمد علوی صاحب نے تفصیلی بحث کے بعد یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ افضل جھنجھانہ ہی کے رہنے والے تھے۔ اگر یہ صحیح ہو تو بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ کیا بکٹ کہانی کا حقیقی مصنف افضل جھنجھانوی یا افضل تھانیسری یا افضل پانی پتی ہی ہے؟ ان تینوں مقامات سے تعلق رکھنے والے افضل کے متعلق یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ وہ متھرا کی ایک عورت پر عاشق ہو کر برسوں متھرا کے "بزرگ ترین" مندر میں رہا۔ بندرابن داس خوشگو متھرا کے رہنے والے تھے انھوں نے افضل جھنجھانوی یا پانی پتی یا تھانیسری کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ اگر عشق کی مذکورہ روایت صحیح ہوتی تو وہ اس کا ذکر ضرور کرتے۔ خوشگو کا سکوت معنی خیز بھی ہے اور بہت اہم بھی۔ خوشگو نے اپنے تذکرے میں شاہ محمد افضل افضل کا ذکر اس طرح کیا ہے:۔

"شاہ محمد افضل افضل تخلص از احفاد شاہ محمد ابوالمعالی بود کہ از اولیای لاہور است۔ او ذی خیلی فاضل و دانشمند و عالی طبع بودہ، گویند میاں ناصر علی از وی فرزید۔" (ص۳۲)

ناصر علی کا انتقال بارہویں صدی ہجری کے عشرہ اول میں ہوا تھا۔ ان کا معاصر افضل پانی پتی متوفی ۱۰۳۵ھ سے مختلف تھی

ہوگا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ یہی شخص بکٹ کہانی کا مصنف ہو بکٹ کہانی کی زبان بہت زیادہ قدیم غالباً نہیں ہے۔

بکٹ کہانی میں ایک مصرع یہ ہے کہ

"لبی افضل گبی گوپال می باش"

گوپال خواہ خود افضل کا دوسرا نام ہو یا اس کے معشوق کا بہر حال اس کی جستجو مناسب ہے۔ گوپال نام کے ایک شاعر کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔

"سری گوپال تیز تخلص از قوم برہمہ سورج است ..... خصوص کتب ہندی بسیار سیر کردہ در ایں علم خیلی مہارت بہم رسانده، شعر بزبان ہندی خوب می گوید و در فارسی نیز فکر درست دارد ...... مثنوی در بیان خصوصیات نزاع متھرا و برج منڈل و بہ تفصیل مکانہای آں ضلع خوب گفتہ"

(سفینۂ خوشگو ص۳۱۲)

اس موقع پر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ افضل پانی پتی یا تھانیسری کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا ہے کہ اس نے "علم دین عبدۂ اصنام" حاصل کیا لیکن اس نے اردو میں شعر بھی کہے یہ بات کسی قدیم "تذکرے" میں مذکور نہیں ہوئی ہے۔ "تحصیل علوم ہندی" اور بات ہے اور اس زبان میں طویل نظم تصنیف کر دینا اور ہے۔ بارہ ماسہ عرف بکٹ کہانی کے جو مخطوطے ملے ہیں وہ "شمال تا جنوب" مختلف زبانوں کے اثرات لئے ہوئے ہیں ان سے افضل کی شخصیت یا اس کے وطن کے متعلق کوئی قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ میری درخواست ہے اہل علم حضرات اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی زحمت کریں "تاکہ یہ متعین ہو سکے کہ بکٹ کہانی کا مصنف کون شخص تھا۔

علی گڑھ۔ • محمد انصار اللہ

اردو میں دانشوری کی روایت پر فاروقی صاحب کا مقالہ

یکم مارچ کے ہماری زبان میں نثار احمد صاحب فاروقی کا مقالہ "اردو میں دانشوری کی روایت" پڑھا اس سے ذہن میں چند سوالات پیدا ہوئے ہیں ہماری زبان میں ان کی اشاعت کے لئے آرزومند ہوں۔

فاروقی صاحب نے فرمایا ہے کہ "اردو شاعری میں امیر خسرو سے قلی قطب شاہ تک اور ولی دکنی سے نوح ناروی تک ادھر نثر میں فضل علی فضلی سے میر امن تک اور ان سے سید یا بلکہ عابد رضا بیدار تک مجھے دانشوری کی کوئی روایت نظر نہیں آتی۔" اس سلسلہ میں پہلا سوال یہ اٹھتا ہے کہ جب اردو کی پوری تاریخ میں دانشوری کی کوئی روایت ہی نہیں ہے تو یہ مقالہ دانشوری کی پیداوار ہے؟ اگر یہ دانشوری کی پیداوار ہے تو فاروقی صاحب کو خود کو تو اعلان کے ساتھ دانشور کہنا چاہیے۔ اگر اس مقالہ کا بھی اردو کی غیر دانشورانہ روایت سے ہی تعلق قائم ہوتا ہے؟ تو اس مقالہ کی قیمت کا مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے۔

پلکھنہ۔ • حسن عسکری پلکھنوی

غضاری رازی کون تھا

ایک محفل میں محمود کے دربار کے شعرا کا ذکر آیا۔ تو غضاری کے متعلق بحث چل پڑی۔ چند احباب کا کہنا تھا کہ اس نام یا تخلص کا کوئی شاعر محمود کے دربار میں نہ تھا۔ غضاری رازی تو ضرور تھا مگر غضاری کوئی نہ تھا۔ دوسرا فریق بالکل اس کے الٹ اس بات پر بضد تھا کہ غضاری رازی ہی محمود کے نامور شاعروں میں سے ایک تھا غضاری کوئی دوسرا شخص ہوگا۔ اس کا محمود کے دربار سے کوئی تعلق نہیں۔ کیا کوئی صاحب بذریعہ ہماری زبان اس پر روشنی ڈال سکتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ کیا یہ دونوں ایک ہی زمانے میں ہوئے یا علحدہ علحدہ زمانے میں۔ ان میں کون درباری شاعر تھا یا ایک ہی شاعر کو دو ناموں سے منسوب کیا جا رہا ہے۔

کندرکی۔ • عزیز احمد عزیز

اخبار نئی روشنی کے شمارے مطلوب

جامعہ نگر دہلی سے محترم ڈاکٹر سید عابد حسین کی نگرانی میں ایک ہفتہ وار اخبار "نئی روشنی" شائع ہوتا تھا اس اخبار کے دسمبر ۱۹۷۰ء کے شمارے مطلوب ہیں۔ اگر کسی صاحب کے پاس موجود ہوں تو مندرجہ ذیل پتہ پر خط و کتابت فرمائیں۔

• م۔ ندیم اجزل ایجوکیشن سنٹر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

شام اختر

بزم شہود کلکتہ کی جانب سے عنقریب حضرت وکیل اختر مرحوم کی یاد میں "شام اختر" منایا جائے گا جس میں مقامی و بیرونی شعرا کرام شرکت کریں گے۔ اس موقعہ پر خوبصورت مجلہ (SOUVENIR) بھی شائع کیا جائے گا جس میں وکیل اختر مرحوم کی شخصیت اور شاعری پر سیر حاصل مقالے، خاکے اور نظمیں ہوں گی۔ اہل علم حضرات سے گذارش ہے کہ وہ مرحوم سے متعلق اپنی نثری و شعری تخلیقات ذیل کے پتہ پر ارسال کریں۔

• ڈاکٹر عاجز انصاری صدر بزم شہود A/۸۳ بیلگچھیا روڈ کلکتہ ۳۷

"ہماری زبان"

سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(منیجر)

اخبار و اذکار

"حلقہ ارباب ادب" بھوپال میں ڈاکٹر گیان چند اور ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کا خیر مقدم

بھوپال۔ "حلقہ ارباب ادب بھوپال" نے ڈاکٹر گیان چند صدر شعبۂ اردو جموں یونی ورسٹی اور ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی کی تشریف آوری پر پروفیسرز کالونی میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا جس میں اردو زبان و ادب سے متعلق مختلف امور پر اظہار خیال کیا گیا۔

ڈاکٹر گیان چند نے ملک کی لسانی صورت حال پر بولتے ہوئے اردو کے رسم الخط کے بارے میں کہا کہ خواہ دو چار ادیب کہیں یا کچھ زیادہ، اردو کا رسم الخط تبدیل نہیں ہوگا۔ آپ نے کہا کہ ہمارا ملک اس لئے ممتاز ہے کہ یہاں مختلف مذاہب، مختلف کلچر اور مختلف زبانیں ہیں، پھر بھی یہ ایک قوم ہے یہ کثرت میں وحدت کی زندہ مثال ہے اس ملک میں ہمیشہ بہت سے کلچر اور بہت سی زبانیں رہی ہیں، جب ہندی بنگالی کو ملا کر ایک زبان بنانے کی بات نہیں کی جاتی، جب گجراتی مرہٹی سندھی کو ملا کر ایک زبان کرنے کی بات نہیں کی جاتی تو اردو کے لئے دیوناگری رسم الخط کی بات کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ اردو اپنے موجودہ رسم الخط کے ساتھ باقی رہے گی اور ترقی کرے گی!

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اپنی تقریر میں کھلے دل سے بھوپال کی ادبی و تہذیبی روایات کو سراہا۔ آپ نے اپنی تقریر میں کہا کہ لسانی تسلطیت خواہ کسی بھی قسم کی ہو اس کی مذمت کرنا چاہئے۔ آپ نے کہا "ہندوستان ایک لسانی جنت ہے کئی زبانوں کے اس ملک میں ہر زبان کو ترقی کے یکساں مواقع ملنا چاہئیں۔ آپ نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ اردو ہر صوبہ کی زبان ہے مگر اس کی پذیرائی نہیں کی جاتی، کوئی اس کا حق دینا نہیں چاہتا۔" آپ نے امید ظاہر کی کہ ملک میں جو لسانی تبدیلیاں ہو رہی ہیں ان میں اردو کو اس کا جائز مقام ضرور ملے گا۔ پروفیسر آفاق احمد نے حلقہ کی طرف سے معزز مہمانوں کا خیر مقدم کیا اور شکریہ ادا کیا۔

• نامہ نگار

مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات کو بھوپال کے اردو دوستوں کا میمورنڈم

بھوپال۔ مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات جناب اندر کمار گجرال کی بھوپال میں آمد پر بھوپال کی مختلف ادبی و تہذیبی انجمنوں کی طرف سے ایک میمورنڈم پیش کیا گیا جس میں آل انڈیا ریڈیو بھوپال میں باقاعدہ اردو شعبہ کے قیام کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ یہ میمورنڈم انجمن ترقی اردو، حلقہ ارباب ادب، ادارہ تجدید ادب، انڈو عرب کلچرل ایسوسی ایشن، قومی ایکتا کمیٹی جمعیۃ العلماء، یوتھ کانگریس وغیرہ کی طرف سے پیش کیا گیا۔ ایک وفد نے جناب گجرال سے ملاقات بھی کی اور انھیں اردو والوں کے مطالبہ کو سمجھایا۔ انھیں بتایا کہ آل انڈیا ریڈیو بھوپال کو اپنے نشریات کا بیشتر حصہ اردو میں پیش کرنا چاہئے کیونکہ یہ جس حصہ میں واقع ہے وہ اردو علاقہ ہے۔ جناب گجرال نے پوری توجہ سے وفد کی گفتگو کو سنا اور یقین دہانی کی کہ ان کے میمورنڈم کی روشنی میں ضروری کارروائی کی جائے گی۔

• نامہ نگار

انجمن ترقی اردو ریوا (مدھیہ پردیش) کا جلسہ

ریوا۔ سابق مدھیہ پردیش علاقے کی راجدھانی ریوا میں انجمن ترقی اردو ریوا کا افتتاحیہ جلسہ گورنمنٹ ریسٹ ہاؤس سوا گت بھون میں انجمن کے صدر جناب شفاقی مرد پ دسائی کی صدارت میں ہوا۔ اس جلسہ کے مہمان خصوصی حضرت خواجہ حسن ثانی مدیر رسالہ "منادی" دہلی تھے۔ اس جلسہ میں جس میں بڑی تعداد میں حاضرین شریک تھے پرنسپل اختر حسین نظامی، پروفیسر حنیف انصاری اور صاحب صدر نے تقاریر کیں۔ حضرت خواجہ حسن ثانی نے اپنی تقریر میں کہا کہ اردو سب کے میل جول کی زبان ہے اور اس ہر دل عزیز زبان کو بام عروج پر پہنچانا ہمارا فرض ہے۔

• سکریٹری انجمن

پروفیسر عبدالقادر سروری کے انتقال پر تعزیتی جلسہ

(۱)

گورکھپور۔ شعبۂ اردو گورکھپور یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کا ایک تعزیتی جلسہ پروفیسر عبدالقادر سروری صدر شعبۂ اردو و فارسی کشمیر یونیورسٹی کے اچانک انتقال کی خبر پا کر زیر صدارت ڈاکٹر محمود الٰہی صدر شعبۂ اردو، منعقد ہوا۔ جس میں حسب ذیل تعزیتی

تجویز پاس ہوئی۔

شعبۂ اردو گورکھپور یونیورسٹی کا یہ جلسہ پروفیسر عبدالقادر سروری کے اچانک انتقال پر اپنے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے انھوں نے اپنی اردو تنقید و تحقیق کے ذریعہ جو جگہ بنائی تھی اب اسے پر نہیں کیا جاسکتا۔ موصوف کا شمار ہمیشہ اردو کے محسنوں اور معماروں میں کیا جائے گا۔ یہ جلسہ دعا کرتا ہے کہ خدا مرحوم کو جنت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

• سید فضل امام رضوی

(۲)

گورکھپور:۔ "نئے زاویے" کی ایک خصوصی نشست پروفیسر عبدالقادر سروری مرحوم کی تعزیت میں دفتر اشتراک میں منعقد ہوئی جس کی صدارت ڈاکٹر سلام سندیلوی نے فرمائی۔ نئے زاویے کے سکریٹری ایم۔ کوٹھیاوی راہی نے سروری مرحوم کی ادبی خدمات پر روشنی ڈالی اور ان کے تنقیدی اور تحقیقی کارناموں کا جائزہ لیا۔ پیام گورکھپوری نے کہا کہ پروفیسر صاحب مرحوم کے انتقال سے تحقیق و تنقید کی دنیا میں ایک زبردست خلا واقع ہوگیا ہے جس کا پر ہونا محال ہے۔ اس کے بعد محمود حسن رضوی۔ مبیش پرشاد اور عمار قیسی اور کئی دیگر حضرات نے پروفیسر سروری مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا۔ آخر میں صدر جلسہ ڈاکٹر سلام سندیلوی نے پروفیسر عبدالقادر سروری مرحوم کی حیات اور تنقید پر ایک پرمغز تقریر کی اور کہا کہ حالی اور شبلی کے بعد اردو تنقید میں نقادوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوا جس نے مغربی تنقید سے استفادہ کیا۔ اس زمرے میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری۔ ڈاکٹر عبداللطیف۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور اور پروفیسر عبدالقادر سروری کے کام بہت نمایاں ہیں۔ پروفیسر سروری نے خاص طور سے مینھو آرنلڈ کے نظریات کی ترویج کی اور اس بات کو واضح کیا کہ شاعری حیات کی تفسیر ہے۔ اس کے بعد ایک تعزیتی تجویز منظور ہوئی اور حاضرین نے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔ • ایم کوٹھیاوی راہی

(۳)

شعبۂ اردو و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی کے اساتذہ و طلبہ کا یہ جلسہ پروفیسر عبدالقادر سروری کے سانحہ ارتحال پر اپنے قلبی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ صاحب موصوف نہ صرف ایک بلند پایہ محقق، ادیب، انشا پرداز اور تنقید نگار تھے جنھوں نے ادبی تنقید و تاریخ کے سنئے نئے گوشوں سے اردو داں طبقہ کو آشنا کیا اور دکنی ادب کے متعلق گراں قدر معلومات فراہم کیں بلکہ ایسے خوشگوار اخلاقی محاسن کے بھی حامل تھے جن کی بنا پر ان کی وفات ادبی دنیا کے سانحہ ہونے کے ساتھ ان کے احباب اور رفقائے کار کے لئے ایک تہذیبی اور سماجی المیہ بھی بن گئی ہے۔ یہ جلسہ ان کی گرانقدر ادبی خدمات کا اعتراف کرتا ہے اور ان کے لئے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔ • صدر شعبۂ اردو

راجستھان میں مردم شماری عملہ کا تعصب

قرولی:۔ راجستھان میں بھی مردم شماری کا کام شروع ہوچکا ہے غریب عوام کو عموماً معلوم بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے مردم شماری کرنے والے وقت بے وقت آتے ہیں اور خانہ پری کرتے ہیں اردو کے ساتھ تعصب کا یہ عالم ہے کہ اردو داں طبقہ سے کرمچاری سوال یوں کرتے ہیں کیا تم ہندی بول سکتے ہو۔ ابھی وہ جواب بھی نہیں دے پاتا ہے کہ نمبر ۱۲ خانہ میں ہندی لکھ دیتے ہیں انھیں اس پر ٹوکا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو پوچھ لیا ہے ان سے کہا جاتا ہے کہ تم یوں بھی تو سوال کرسکتے تھے کیا تم اردو بول سکتے ہو اس پر حجت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ایک سے تم ایسا نہیں کہہ سکتے ہو۔ دیہات میں مردم شماری والے کیا کچھ نہ دھاندلی کرتے ہوں گے اب سوال ہے کہ کہاں تک ان کی نگرانی کی جائے جب تک یہ عملہ تعصب سے پاک نہ ہوگا اور سرکاری ہدایات سختی سے جاری نہ کی جائیں گی اس وقت تک اردو کے ساتھ انصاف کی کوئی توقع نہیں کی جاسکتی ہے۔ مردم شماری والے فارم کی پشت پر خود دستخط کسی سے کراتے ہی نہیں۔ • قومی آواز

سہارنپور میں مردم شماری والوں کی دھاندلی

سہارنپور:۔ مردم شماری کرنے والے جو اکثر غیر مسلم ہیں وہ گھر گھر جاتے ہیں اور مستورات سے دریافت کرتے ہیں کہ تم کچھ پڑھی ہوئی ہو اور وہ انکار کرتی ہیں کہ ہم کچھ پڑھے ہوئے نہیں تو وہ خانہ نمبر ۱۰ خالی چھوڑ دیتے ہیں اور نشان اس طرح لگا دیتے ہیں (x) لہذا حکام کو توجہ کرنی چاہئے اور زبان کے خانہ میں اندراج ٹھیک سے ہونے چاہیئے۔ • الجمعیۃ

اعظم گڑھ میں مردم شماری میں دھاندلی

اردو کے بجائے بھوجپوری درج کر رہے ہیں

اعظم گڑھ:۔ حکمراں کانگریس کے ممبر اسمبلی جناب شیام لال کوجیا نے وزیر اعلیٰ اتر پردیش کو تار کے ذریعے مطلع کیا ہے کہ وہاں مردم شماری کرنے والے بعض افسران عوام کی بتائی ہوئی اردو زبان نہ لکھ کر اس کی جگہ پر بھوجپوری زبان درج کر لیتے ہیں۔ خاص طور پر اعظم گڑھ کی محمد آباد گوہنہ تحصیل کے تحصیلدار اور نائب تحصیلدار پر الزام ہے کہ وہ من مانے ڈھنگ سے مادری زبان کی جگہ پر بھوجپوری لکھ رہے ہیں۔ جناب کوجیا نے وزیر اعلیٰ سے درخواست کی ہے کہ مذکورہ بالا لوگوں کے خلاف مناسب کارروائی جائے۔ • سیاست

گورکھپور اور کانپور میں مردم شماری کے عملے کے خلاف شکایات

گورکھپور مردم شماری کمیٹی کے ایک وفد نے ضلع مردم شماری افسر اور میونسپل بورڈ کے سکریٹری سے ملاقات کرکے اندراجات کی بابت عوامی شکایات پیش کیں۔

وفد میں سلام سندیلوی، حکیم ابوالکلام صدیقی، بدیع الزماں اعظمی، احسن رضوی، محمد شریف اور ولی اللہ شامل تھے۔ وفد نے شمارکاروں کی بے ضابطگی کے خلاف ایک میمورنڈم بھی پیش کیا اور موصوف سے درخواست کی کہ ایک عام گشتی چھٹی کے ذریعہ شمارکاروں کو ہدایت دی جائے کہ مردم شماری کا کام گورنمنٹ کی منشا کے مطابق ہو تاکہ حکومت کے پاس صحیح اعداد پہنچنے پر ہندوستان کی صحیح تصویر سامنے آجائے۔

کانپور میں نسیم الدین صدیقی ایڈوکیٹ ایم۔ ایل۔ اے مردم شماری کمیٹی نے اپنی تمام شاخوں کو ہدایت دی ہے کہ مردم شماری کا ہینڈبل بہ عنوان "مردم شماری ۱۹۷۱ء اور ہمارا ملی فریضہ" کے ہدایت کے بموجب اندراجات کرائیں۔ قومی آواز

الہ آباد میں مردم شماری کے عملے کے خلاف شکایات

آج ایک ہنگامی میٹنگ زیر صدارت ڈاکٹر اعجاز حسین صاحب دفتر "مردم شماری کمیٹی" نخاس کہنہ میں منعقد ہوئی جس میں موصول شدہ شکایات پر نہایت تشویش کے ساتھ شمارکاروں کی غیر منصفانہ حرکتوں پر غور کیا گیا۔ اطلاعات کے بموجب شمارکنندگان غلط طور پر مادری زبان اردو (ہندی) کے بجائے ہندی لکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ عوام سے خاص کر اردو بولنے والے طبقے سے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہندوستان کے رہنے والے شہریوں کی زبان ہندی ہے اردو نہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ جن کرنا منٹول کے دفعات کی کھلی خلاف ورزی کر رہے ہیں کالم نمبر ۱۰، آئیٹم نمبر ۱۰، کے صفحہ ۲۳ کی رو سے ہمیں اپنی مادری زبان اردو لکھانے کا پورا حق حاصل ہے۔

شمارکنندگان لوگوں کو غلط ہدایات کے ساتھ کہتے ہیں کہ بچوں کی مادری زبان کا اندراج اس لئے نہ کیا جائے گا کہ وہ اردو کی تحریر نہیں پڑھ سکتے اور پڑھے لکھے یا تعلیم یافتہ نہیں ایک اور غلط منصفانہ اقدام یہ بھی ہے کہ وہ نمبر ۱۰ کو تحریر کرنے کی یہ شرط رکھتے ہیں کہ فرد تحریر پڑھ کر اپنی زبان کی سند پیش کرے۔

مندرجہ بالا امور پر اچھی طرح غور و خوض کرنے کے بعد اس کی شکایت ڈپٹی ڈائرکٹر مردم شماری کو روانہ کر دی گئی ہے۔

سیاست

صفحہ ۱۲ سے آگے

پایا اس میں گرفتار اچھے اچھے ادیبوں اور اہل علم کو بھی۔ چنانچہ دکنی اردو کو علاحدہ زبان بنانے اور سمجھنے کا شاخسانہ بھی یہیں سے نکلا ہے لیکن خوشی کی بات ہے کہ اس نظریہ کو پیش کرنے والے "دکنی" اور اس کی داد دینے والے "شمالی" "محقق" فاضلان عاجل" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سروری صاحب کو میں نے اس عام خرافات سے بہت دور پایا۔ اس مسئلہ پر ان کی نظر عالمانہ بھی اور ان کا جذبہ غیر مقامی۔ وہ جہاں بھی رہے قید مقام سے آزاد ہو کر رہے۔ کچھ دنوں کے لئے انھوں نے میسور یونیورسٹی میں صدر شعبہ اردو و فارسی کی حیثیت سے بھی کام کیا تو وہاں میسوری ادیبوں پر سلسل قلم فرسائی کی اور مقامی طالب علموں میں اپنے قدیم سرمایہ کی بازیافت کا شوق پیدا کر دیا۔ حیدرآباد میں رہ کر دکنی اردو کے ادب کی بازیافت اور ترتیب و تہذیب میں نمایاں کام کیا۔ زندگی کے آخری سال کشمیر میں گزارے تو وہاں کا حق خدمت اس طرح ادا کیا اہل کشمیر کی فارسی اور اردو ادبیات سے متعلق خدمات پر تصانیف تحریر کیں۔ وہ اپنی آخری تصنیف کا جو کشمیر میں اردو ادب کی تاریخ سے متعلق ہے بڑے چاؤ سے ذکر کرتے تھے۔ پروفیسر ہارون خاں شیروانی سے چند روز قبل ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ مکمل ہو چکی ہے اور حیدرآباد سے جس دن روانہ ہوئے ہیں اس دن بھی اس کے کچھ حصے انھوں نے شیروانی صاحب کو پڑھ کر سنائے تھے۔

سروری صاحب کی وفاداری ایک عالم کی حیثیت سے مقام سے نہیں زبان سے تھی۔ اردو کو جہاں جہاں جس روپ میں پایا اس کے تحفظ و بقا کے لئے اپنی علمی صلاحیتوں کو وقف کر دیا۔ اس زبان کے لئے ان میں ایک لگن تھی۔ اس کا میدان میسور تھا یا کشمیر تھا سروری صاحب کا بھی جولاں گاہ میسور تھا یا کشمیر رہا ہمہ وقت وہ اس کی تعلیم اور تنظیم میں منہمک رہے۔ اسی کا کھایا اسی کا گایا، اسی کو اپنی میراث جانا۔ اسی کو اپنی نجات مانا۔ آج جو وہ ہم میں نہیں تو اردو کے قافلہ کا ایک اہم شہسوار نابود ہو گیا ہے آج جو وہ دور چلے گئے ہیں تو اردو کا افق کچھ اور غبار آلود ہو گیا!

پروفیسر مسعود حسین خاں

میرا صفحہ

پروفیسر عبدالقادر سروری

مرنے والے کی خوبیاں اور نیکیاں یاد رہ جاتی ہیں۔
سروری صاحب کے اچانک انتقال کی خبر جب چند روز کی تاخیر سے علی گڑھ پہنچی تو یقین نہیں آیا کہ سرزمین دکن کا ایک اور سپوت وادی کشمیر میں گم ہوگیا! ڈاکٹر زور صاحب کے انتقال کے بعد کشمیر یونیورسٹی کے شعبہ اردو کی صدارت پر اپنے تقرر کے موقع پر سروری صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ اس وادی سے کسی کی بازگشت نہیں ہوتی اور پھر میری تو اس خاک سے نسبت قدیمی ہے کہ میرے مورث اعلیٰ جو حیدرآباد کے زنت پہاڑ پر دفن ہیں وہیں سے تشریف لائے تھے۔ اس واقعہ کو تقریباً آٹھ سال ہوگئے ہیں۔ اس کے بعد وہ موسم سرما کی طویل تعطیلات میں مسلسل سرزمین دکن کو مراجعت کرتے رہے۔ امسال حسب معمول وہ ۵ مارچ ۱۹۷۱ء تک حیدرآباد میں موجود تھے۔ ۱۵ مارچ ۱۹۷۱ء کو کشمیر یونیورسٹی تعطیلات کے بعد کھل رہی تھی۔ اس غرض سے انتقال سے دو روز قبل سری نگر پہنچے اور ۱۱ مارچ کو اچانک ان کا وہ اندیشہ صحیح ثابت ہوا جس کے جواب میں میں نے ہنس کر کہا تھا کہ دکن اپنے لعلوں کو کبھی نہیں کھوتا!

اب جو مہ و سال کی غلام گردش میں یادوں کے چراغ لے کر نکلا ہوں تو خیالات و واقعات کا ایک ہجوم ہے جو سیل در سیل گزر رہا ہے۔ میں نے انھیں قریب و دور، ہر فاصلے سے اور ہر رنگ میں دیکھا ہے۔ علمی مشاغل میں ان کی بے پناہ لگن، تحصیل علم کے لئے ان کی سن و سال سے بالاتر ہو کر مسلسل تگ و دو، اپنے پسندیدہ طلبہ کی زندگی بنانے کے لئے ان کے جوڑ توڑ، اپنے کم عمروں سے علمی استفادہ کرنے میں ان کی بے تکلفی اور سب سے بڑھ کر اردو زبان کا درد اور اردو والوں کی شکستہ حالی سے ہار نہ ماننے کا جذبہ ــــ بے شمار واقعات ہیں جو اس سلسلے میں یاد آ رہے ہیں۔ جب ۱۹۵۵ء میں پونا میں لسانیات کے اسکولوں کا آغاز ہوا تو دوسرے ہی اسکول میں ایک طالب علم کی حیثیت سے اپنا نام درج کرایا اور ڈیڑھ ماہ تک طالب علم کی حیثیت سے طالب علموں کے ساتھ ہاسٹل میں مقیم رہے۔ میں ان اسکولوں میں استاد کی حیثیت سے پڑھانے جاتا تھا، جب بھی ان کی اس ریاضت کے ذکر پر تعجب کا اظہار کرتا، ہنس کر کہتے، "اکتساب علم کے لئے یہ بھی ضروری ہے۔" چنانچہ ان کے اسی مطالعہ کا نتیجہ ان کی تصنیف "زبان اور علم زبان" ہے، جو اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف ہے۔

اسی طرح ۱۹۷۰ء میں دو مہینے کے لئے علی گڑھ کی سڑکوں پر پائے گئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دستور ہند کی اردو اصطلاحات سازی کے لئے انھیں انجمن ترقی اردو کے سکریٹری قاضی عبدالغفار صاحب نے مدعو کیا ہے۔ انھیں اصطلاحات سازی کا خاص ملکہ تھا۔ اردو کی پرانی نسل کے اساتذہ میں وہ اُن چند لوگوں میں سے تھے جو ہندی سے بھی واقف تھے اور لسانیات سے بھی، اس لئے اصطلاحات سازی میں انھوں نے اپنے پیش رو وحید الدین سلیم کی "ہندو آریائی" روایت کو قائم رکھا۔

سروری صاحب کی شخصیت کی سب سے پرکار خصوصیت ان کی سادگی تھی۔ کیا لباس، کیا خوراک اور کیا سفر و حضر۔ ہمیشہ موٹر نشین رہے لیکن اسے ہمیشہ اپنا مرکب سمجھا، اپنے لئے باعث افتخار نہیں بنایا۔ بڑی خوشدلی سے وہ دوستوں، رفیقوں اور طالب علموں کو شرکت سفر کی دعوت دیتے خاص طور پر جب اس کی حالت دگرگوں ہوتی۔ اور بہ وقت ضرورت بلا تکلف اس کو حرکت میں لانے کے لئے ہم سفروں کی توانائی سے کام بھی لے لیتے۔ یہ سارا ایڈونچر اس بے تکلفی سے ہوتا کہ پک نک کا سا لطف آ جاتا تھا۔

سروری صاحب توانائی مجسم تھے۔ مسلسل حرکت ان کے لئے ناگزیر تھی۔ جہاں جاتے نئی دوستیاں اور نئی مخالفتیں بآسانی پیدا کر لیتے۔ انھیں مولوی عبدالحق کا یہ قول بہت پسند تھا جسے وہ اکثر دہراتے تھے کہ انسان کی مخالفت درختوں یا جڑوں سے نہیں پیدا ہوتی انسانوں ہی سے ہوتی ہے۔ میں ہمیشہ اس قول پر ان کو داد ان الفاظ میں دیتا "سروری صاحب آپ میں مخالفت پیدا کرنے اور پھر اس کو سر کرنے کی غیر معمولی صلاحیت ہے۔" تیغ جیسے ریب اور صید وریخ ذگفت" کا منظر کھینچ کر رہ جاتا!

حیدرآباد کی سرزمین اور تاریخ میں ایک مخصوص قسم کا جذبہ کارفرما رہا ہے جو کبھی ملکی غیر ملکی، کبھی دکنی اور ہندوستانی کے الفاظ میں نمایاں ہوتا رہا ہے۔ یوپی والے جنھیں حیدرآباد کی تہذیب اور زبان، دہلی، لکھنؤ کی تہذیب و زبان کی توسیع اور تتمہ معلوم ہوتی ہے، کبھی اس جذبہ کے راز کو نہ سمجھ سکے۔ لیکن

(باقی صفحہ ۹ پر)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پرنٹر و پبلیشر سید تفضل حسین ایم۔اے نے لیتھو کلر پرنٹرس میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا
REGD. NO. L-922 فون نمبر ۲۹ R. NO. 2186/57